ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا مالک اور رب تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے سماءِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے۔ میں اس کو بخش دوں۔

(صحیح بخاری و مسلم)

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا یَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن عبسہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصہ میں ہوتا ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم ان میں ہو جاؤ۔

(جامع ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں آخری شب میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور ذکر اگرچہ عام ہے۔ لیکن نماز ذکر کی اعلیٰ اور مکمل ترین شکل ہے کیونکہ وہ دل، زبان، اعضا سب کے ذکر کا مجموعہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ۔

(رواہ احمد)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیانی رات کی نماز ہے (یعنی تہجد)

(مسند احمد)

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّیِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور پڑھا کرو تہجد، کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قربِ الٰہی کا خاص وسیلہ ہے اور وہ گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔

(جامع ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں نماز تہجد کی چار خصوصیات ذکر فرمائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ وہ دورِ قدیم سے اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ اور شعار رہا ہے، دوسرے یہ کہ تقربِ الٰہی کا خاص وسیلہ اور ذریعہ ہے، تیسرے اور چوتھے یہ کہ اس میں گناہوں کا کفارہ بن کر ان کے اثرات کو مٹانے اور معاصی سے روکنے کی خاصیت ہے۔

حق یہ ہے کہ نماز تہجد عظیم ترین دولت ہے ـــــ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں منقول ہے کہ ان کے وصال کے بعد بعض حضرات نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا گذری اور آپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب میں فرمایا تاهت العبادات و فنیت الاشارات وما نفعنا الا رکعات صلیناها فی جوف اللیل۔ (یعنی حقائق و معارف کی جو اونچی اونچی باتیں ہم عبارات و اشارات میں کیا کرتے تھے وہ سب وہاں ہوا ہو گئیں اور بس وہ رکعتیں کام آئیں جو رات میں ہم پڑھا کرتے تھے۔

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِیْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام فرمایا (یعنی رات کو نماز تہجد اتنی طویل پڑھی) کہ آپؐ کے قدم مبارک متورم ہو گئے۔ تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپؐ کی اگلی پچھلی ساری تقصیریں معاف ہو گئی ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا اعلان فرما کے آپؐ کو اس بارے میں مطمئن بھی کر دیا ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا تو کیا میں (اس کے احسانِ عظیم کا) زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں۔ (اور اس کی شکرگذاری میں اس کی اور زیادہ عبادت نہ کروں)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۳۰ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء | شمارہ ۳۴

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانہ جات سے منظور شدہ

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ چندہ ——— ۱۱ روپے
ششماہی ——— ۶ روپے
سہ ماہی ——— ۳ روپے
فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

نوٹ :- اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہو گی۔

• سعودی عرب • کویت • ایران
• افریقہ • ملایا • ہانگ کانگ • انگلینڈ
کیلئے
سالانہ چندہ
عام ڈاک سے ——— ۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ——— ۵۴٫۰۰ روپے

امریکہ
عام ڈاک سے ——— ۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے ——— ۸۲٫۸۰ روپے

معراج

مناظر حسین نظر

خدا نے بشر کو عطا کی بڑائی — فلک کی جبیں اس کے آگے جھکائی
فضا کو کیا زیرِ فرمان اس کا — اسی کے لئے ساری دُنیا بنائی
شریعت کے انوار اس میں سموئے — طریقت میں بخشی اسے رہنمائی
بتائی اسے معرفت کی حقیقت — حقیقت کی منزل ہے اس کو سجھائی
فرشتے ہوئے سرنگوں اسکے آگے — اُسی نے خلافت کی مسند سجائی
یہ مخلوق میں سب سے اعلیٰ و ارفع — اسی نے خدائی کی عظمت بڑھائی
جلایا چراغِ ہدایت جہاں میں — زمانے کو راہِ ہدایت دکھائی
دیا درس انسانیت آدمی کو — بھلائی کی مشعل جہاں میں جلائی
مساوات کا رنگ ایسا چڑھایا — اخوت کی دنیا نئی اک بسائی
یہی ہے مشرف بہ اوجِ نبوت — یہی حامل منصب رہنمائی
یہی ہے خدا کی مشیت کا مظہر — یہی رونق محفل حق نمائی
یہاں قدسیوں کی نگاہوں کا مرکز — وہاں عرش اعلیٰ پہ اس کی رسائی
یہی آدمیت کی تصویر کامل — بشکل محمد زمانے میں آئی
بتائے نشاں قدرت حق کے سارے — انہیں ساری سیر ایک شب میں کرائی
ہو مخلوق خالق سے محوِ تکلم — یہ عظمت یہ رفعت یہ شانِ رسائی

نظر یہ ہے معراج انسانیت کی
خدا نے محمد کی صورت بنائی

مجلسِ ذکر

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بمطابق ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

حلقہ ذکر

مرتبہ ——— مناظر حسین نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی
اما بعد

بزرگانِ محترم!
یہ سلسلۂ ذکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جاری ہوا تھا اور بحمد اللہ، تعالٰے، اللہ کے فضل و کرم سے کئی شہروں میں باقاعدگی سے جاری ہے۔ نوشہرہ ضلع پشاور، جھنگ، محمد پور سنیا ضلع بہاول نگر، ڈیرہ اسماعیل خاں، ٹانک شیخوپورہ، رحیم یار خاں، منٹگمری، کراچی، بھکر اور دیگر کئی مقامات پر اس میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ یقیناً یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ اس مشینی دور میں بھی روحانی قدروں کا احترام کرنے والے بندگانِ خدا موجود ہیں۔ اللہ تعالٰے ان کے خلوص، دینی محبت، للّٰہیت اور ولولۂ یادِ الٰہی میں مزید خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلام اجتماعیت کا قائل ہے۔ ہر معاملہ میں اس کا ایک پروگرام ہے اللہ جل شانہٗ چاہتے ہیں کہ مسلمان ایک باقاعدہ ضابطے اور مکمل نظم کے تحت اپنی زندگی بسر کریں۔ اس کے لئے ضابطہ ہے۔ قرآن اور اس کا عملی نمونہ ہیں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ انسانیت کا پروگرام فقط قرآن ہے۔ جو شخص عامل قرآن نہیں وہ انسان نہیں۔ اسی لئے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ آج مسلمان (نام کا) بننا آسان ہے لیکن انسان بننا سخت مشکل ہے۔ یہ حقیقت بھی ہمیں نہ بھولنی چاہیئے کہ محض اللہ دتہ، محمد دین اور چراغ دین نام رکھنے سے آدمی مسلمان نہیں بنتا۔ اگر اس کی عملی زندگی میں اسلام اور سنت نبی کریم علیہ السلام کا رنگ ہوگا تو مسلمان کہلائے گا۔ ہر وہ شخص جو خدا کی ذات و صفات، رسالت، ملائکہ، قیامت اور کتب و صحائف آسمانی پر دل سے ایمان رکھتا ہے۔ مومن تو کہلا سکتا ہے۔ مگر مسلمان فقط اُسی وقت ہوگا جب احکام خداوندی کو عملی جامہ پہنائے۔ یاد رکھئے! زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔ پھر ایمان کی بنیاد پر اعمالِ صالحہ کی جو عمارت استوار ہوگی۔ اس کا نام اسلام ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ایمان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں اگر ایمان نہیں تو اسلام نہیں۔ ایمان کی عدم موجودگی میں تمام اعمال اکارت جائیں گے۔ خداوند قدوس کے ہاں ان کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ اور اگر ایمان ہو لیکن اسلام نہ ہو تو یہ ایمان کس کام کا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ کامل ایمان وہی ہے جس کا اظہار انسان کی شکل و صورت سے ہو۔ جو دیکھے یہی کہے کہ مومن اس شان کا ہوتا ہے مومن کی سیرت اور مومن کا کردار سب سے انوکھا، سب سے نمایاں اور سب سے نرالا ہونا چاہیئے تاکہ وہ چلتا پھرتا ہوا دین کا سپاہی اور اللہ کی شمشیر نظر آئے۔ جو شخص بھی اس پر نگاہ ڈالے دینِ حق کا گرویدہ ہو جائے اور محمد مصطفٰے کا والہ و شیدا کہلانے میں فخر محسوس کرے۔

بزرگانِ محترم!
وقت کے ساتھ ساتھ ایمانی اور روحانی قدریں پامال ہو رہی ہیں اسلام عملی زندگی سے خارج ہوتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آج ایمان و یقین کی بلندیاں اور اسلام کا عملی رنگ اہل اللہ کی صحبت میں رہنے، کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور ہمہ وقت یادِ الٰہی میں شاغل رہنے سے ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی ذکرِ الٰہی اور عبادت خداوندی سے عبارت ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جو ذکرِ الٰہی سے خالی ہو اور کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں عبدیت مصطفوی نکتۂ عروج پر نہ ہو۔ ساری زندگی میں ہی حمد و شکر اور یادِ خداوندی کی فراوانی نظر آئے گی۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد پانی پینے سے پیشتر اور پانی پینے کے بعد، پیشاب پاخانہ جاتے ہوئے اور فراغت کے بعد، چلتے پھرتے، ہر وقت اللہ کی یاد اور حمد و شکر کرتے تھے۔

اسلام اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم بھی مل بیٹھ کر اللہ تعالٰے کا ذکر کرتے ہیں اور اسے کسی پر لازم نہیں کرتے تو یہ بدعت نہیں بلکہ باعثِ برکت ہے۔ اس سے اصلاح حال میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مجلس پر اللہ تعالٰے کے انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ ملائکہ کی مجلس میں اپنے ذکر کرنے والے بندوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں اور ان کے لئے جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ ہمیں اس پر اللہ تعالٰے کا بے حد و حساب شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کی توفیق اور اپنے ذکر کی نعمت سے نواز رکھا ہے۔

ہمارے جو بھائی اجتماعی حالت میں ذکر اللہ کرنے کے خلاف ہیں۔ وہ دراصل اس کے منافع سے ناآشنا ہیں اللہ تعالٰے انہیں بھی اپنی یاد کی توفیق اور اس پر مرتب شدہ انعامات کے حصول سے متمتع فرمائے۔ ہم کسی کے بدخواہ نہیں۔

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے۔
اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

ترجمہ: منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی اُن کو فریب دے گا۔ اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست بن کر کھڑے ہوتے

(باقی صفحہ پر)

خطبۂ یوم الجمعہ ۲۳ رجب ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

اظہارِ حق ہر حال میں لازم ہے!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الحمد للّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی
اما بعد

اپنے خاندانی بزرگوں کا ادب کرنا بجا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان کے خلاف ہوں۔ تو چھوٹوں پر لازم ہے کہ انہیں اس غلطی پر آگاہ ضرور کر دیں۔ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔

اس دعویٰ کا ثبوت

قولہ تعالیٰ: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ○ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ○ (سورۃ مریم)

اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کر۔ بے شک وہ سچا نبی تھا۔ جب اپنے باپ سے کہا، اے میرے باپ تو کیا پوجتا ہے۔ ایسے کو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آ سکے۔ اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تمہیں نہیں۔ تو آپ میری تابعداری کریں۔ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کر بے شک شیطان اللہ (تعالیٰ) کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ بیشک مجھے خوف ہے کہ تم پر اللہ (تعالیٰ) کا عذاب آئے۔ پھر تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

گذشتہ ارشاد الٰہی سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو "یا کافر" کہہ کر پکار رہے۔ بلکہ "اباجی" کے معزز لفظ سے پکار رہے ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا جواب

قولہ تعالیٰ: اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ○ سورۃ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶

ترجمہ: اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ البتہ اگر باز نہ آیا۔ میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھ سے ایک مدت تک دور ہو جا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو رخصتی کے وقت مؤدبانہ سلام

قولہ تعالیٰ: قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ○ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ○ سورۃ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶۔

کہا تیری سلامتی رہے اب میں اپنے رب سے تیری بخشش کی دعا کروں گا۔ بیشک وہ مجھ سے بڑا مہربان ہے۔

آپ نے دیکھا

کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ کو اللہ تعالیٰ کے دین حق کی تبلیغ بھی فرما رہے ہیں اور باپ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آ رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد صاحب کو تبلیغ دین حق کرنے کے بعد مایوس ہو جانے کے بعد اپنے والد صاحب سے قطع تعلق کر لینا

قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ○ سورہ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶

ترجمہ: پھر جب ان سے (ابراہیم علیہ السلام) علیحدہ ہوا۔ اور اس چیز سے جنہیں اللہ (تعالیٰ) کے سوا پوجتے تھے۔ ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام عطا کئے اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔

قولہ تعالیٰ: وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔
سورہ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶

ترجمہ: اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت سے حصہ دیا اور ہم نے ان کا نیک نام بلند کیا۔

عبرت

اعلانِ سابق میں عبرت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر کافر برادری سے قطع تعلق کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کافر برادری کی بجائے انہیں انبیاء علیہم السلام کی کی پاکیزہ برادری عطا فرمائی۔

عام مسلمانوں کے لئے ایک سبق

اگر آپ کی برادری خلاف قانونِ الٰہی رسم بجا لاتی ہے تو پہلے انہیں سمجھایئے کہ خلاف شرع رسمیں چھوڑ دیں اور اگر وہ نہ چھوڑیں، تو مسلمان کو وہ بے دین برادری چھوڑ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی خود مدد کرتا ہے۔ اسی کے فضل سے اس خدا پرست انسان کو ایسے نیک بندے ضرور مل جائیں گے۔ جو اس کی طرح وہ بھی اپنی برادری کی رسموں کے باعث بیزار تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نیکو کاروں کی ایک نئی برادری بن جائے گی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

بقیہ:- مجلس ذکر

ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

شیطان ذکر اللہ سے انسان کو روکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر شیطان کے لئے ناگوار اور کوئی چیز نہیں۔ ذکر اللہ کی برکت سے انسان کو خداوند قدوس کا قرب حاصل ہوتا ہے اور انسان کو دنیا سے توڑنا اور خدا سے جوڑنا ہی اسلام کا خلاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائے۔ کتاب وسنت کا عامل بنائے، اپنی مرضیات پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے اور کامل و اکمل ...

حدیث معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالے سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کا واقعہ سنایا فرمایا کہ میں حطیم اور بعض اوقات فرمایا کہ میں حجر میں لیٹا ہوا تھا۔ ناگہاں ایک شخص میرے پاس آیا اس نے میرے سینے کو ناف تک چیرا، میرا دل نکالا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کی طشتری ایمان سے بھری ہوئی لائی گئی۔ میرا دل دھو کر اس میں ایمان بھر کر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ ایک روایت میں آیا کہ زمزم کے پانی سے پیٹ دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر میرے پاس ایک سفید رنگ کی سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی جس کا نام براق تھا۔ اس کا ایک قدم اپنی آنکھ کی نگاہ کی دوری پر پڑتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل (علیہ السلام) مجھے ساتھ لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمانی دنیا میں جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا، کون ہے؟ فرمایا: جبرئیل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کیا گیا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں، کہا گیا، مرحبا۔ اچھے تشریف لائے جب وہاں پہنچا۔ وہاں میں نے آدم علیہ السلام) کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ صالح بیٹے اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل مجھے اوپر لے چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرئیل! پوچھا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کیا گیا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے، پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحیٰی اور عیسیٰ (علیہما السلام) موجود تھے اور وہ دونوں خالہ زاد (بھائی) ہیں۔ جبرئیل نے فرمایا: یہ یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں ان دونوں کو سلام فرمایئے۔ میں نے سلام کہا۔ دونوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا: صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان پر لے چڑھے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی پوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پوچھا گیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو یوسف (علیہ السلام) کو پایا۔ جبرئیل نے فرمایا یہ یوسف (علیہ السلام ہیں، ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا انہوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا: صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل اوپر لے چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ کہا گیا کون ہے فرمایا: جبرئیل پوچھا گیا۔ آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں، کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ادریس (علیہ السلام کو وہاں پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ ادریس (علیہ السلام ہیں) ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل مجھے اور اوپر لے چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی پوچھا گیا کون ہے، فرمایا جبرئیل۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا! اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون (علیہ السلام) کو وہاں پایا۔ جبرئیل نے فرمایا: یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا: بھائی صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل مجھے اوپر لے چڑھے۔ یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی کہا گیا۔ کون ہے؟ فرمایا جبرئیل پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں! کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا جب وہاں پہنچا تو وہاں موسیٰ (علیہ السلام) کو پایا۔ جبرئیل نے فرمایا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان سے سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو جب میں ان کے پاس سے گزرا تو رو پڑے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کو کس چیز نے رلایا۔ فرمانے لگے اس لئے رویا کہ ایک نوجوان (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے بعد بھیجا گیا اس کی اُمت میری اُمت سے زیادہ بہشت میں جائے گی۔ پھر جبرئیل مجھے ساتویں آسمان پر لے چڑھے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا جبرئیل۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں! کہا گیا: مرحبا اچھے تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا ابراہیم (علیہ السلام) کو وہاں پایا۔ جبرئیل نے فرمایا: یہ آپ کے باپ ابراہیم (علیہ السلام) ہیں ان سے سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا صالح بیٹے اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اس کا پھل ہجر کے مٹکوں جتنا بڑا تھا اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ جبرئیل نے فرمایا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے وہاں میں نے چار دریا دیکھے۔ دو دریا ظاہر دو دریا باطن۔ میں نے کہا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ فرمایا گیا دو باطن والے جنت کے ہیں اور دو ظاہر والے نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور کی طرف

(باقی بر صفحہ [illegible])

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رح

(۲)

اب سوال پیدا ہوا اس کی کفالت پرورش اور نگہداشت کس کے سپرد ہو۔ کاہنوں کے درمیان اس "مقبول نذر خدا" کے بارہ میں اختلاف ہو کر جب بات قرعہ اور فال پر آ کر ٹھہری تو قرعہ زکریا (علیہ السلام) کے نام نکلا اور وہی مریم کے کفیل پائے۔

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا (آل عمران)

اور زکریا علیہ السلام نے مریم کی کفالت کا بوجھ اپنے ذمہ رکھا۔

وما كنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم وما كنت لديهم اذ يختصمون

اور تم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس موجود نہ تھے۔ جب وہ اپنے اپنے قلم (قرعہ کے لئے) ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون شخص مریم کی کفالت کرے اور نہ تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ مریم کی کفالت کے معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

علماء سیر و تاریخ کہتے ہیں کہ زکریا (علیہ السلام) یوں بھی مریم علیہا السلام کی کفالت کے حق دار تھے، اس لئے کہ بشر ابن اسحٰق نے "المبتداء" میں نقل کیا ہے کہ زکریا علیہ السلام کی بیوی الیشاع ایلیشبع اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں اور خالہ بمنزلہ والدہ کے ہوتی ہے جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا کہ ان کی پرورش جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی کریں کیونکہ وہ عمارہ کی خالہ ہیں۔ "والخالۃ بمنزلۃ الام"

جب مریم علیہا السلام سمجھ دار ہو گئیں تو زکریا علیہ السلام نے ان کے لئے ہیکل کے قریب ایک حجرہ (خلوہ) مخصوص کر دیا، جہاں وہ دن میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتی اور رات اپنی خالہ کے گھر گذارتی تھیں۔

جب زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے حجرہ محراب میں داخل ہوتے تو دیکھتے کہ ان کے پاس غیر موسمی پھل رکھے ہیں، ایک مرتبہ تعجب سے زکریا علیہ السلام نے دریافت کیا: مریم! تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آتے۔ مریم علیہا السلام نے کہا یہ خدا کی جانب سے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق عطا کر دیتا ہے۔

كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا قال يا مريم انى لكِ هذا قالت هو من عند الله ان الله يرزق من يشاء بغير حساب ٥

جب زکریا مریم کے پاس محراب (خلوہ) میں داخل ہوتا تو اس کے پاس کھانے پینے کا سامان رکھا دیکھتا۔ زکریا نے دریافت کیا: مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ مریم نے کہا: یہ اللہ کے پاس سے ہے وہ بلاشبہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق عطا کر دیتا ہے۔

مجاہد، عکرمہ، سعد بن جبیر، ضحاک، قتادہ، ابراہیم نخعی (رحمہم اللہ) رزقاً کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس غیر موسمی پھل رکھے پاتے تھے۔

زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اس بات کے علاوہ کہ میں اولاد کی دولت سے محروم ہوں زیادہ فکر اس امر کا ہے کہ میرے بھائی بند ہرگز اس کے اہل نہیں ہیں کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت و رشد کی خدمت انجام دے سکیں پس اگر اللہ تعالیٰ میرے کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کر دیتا تو مجھ کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی رہنمائی کا خدمت گزار میرے بعد موجود ہے۔

مگر چونکہ ان کی عمر بقول ابن کثیرؒ ستر سال اور بقول ثعلبیؒ نوے، بانوے یا ایک سو بیس سال ہو چکی تھی اور ان کی بیوی بانجھ تھیں۔ اس لئے بہ اسباب ظاہر وہ مایوس تھے کہ اب اولاد ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

لیکن جب انہوں نے مریم (علیہا السلام) کے پاس بے موسم پھل دیکھے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ مریمؑ پر خدا کا یہ فضل و انعام ہے تو ان کے دل میں فوراً جوش پیدا ہوا کہ جو ذات اقدس اس طرح بے موسم پھل مریم کو بخشتی ہے کیا وہ ہم کو موجودہ ناامیدی کی حالت میں ثمر حیات (بیٹا) نہ بخشے گی۔ پس ہماری مایوسی سرتاسر غلط ہے، بلاشبہ جس ذات پاک نے مریم پر اپنا انعام و اکرام کیا ہے وہ ضرور ہم پر بھی فضل و کرم کرے گی۔ چنانچہ انہوں نے درگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ "خدایا! میں تنہا ہوں اور وارث کا محتاج۔" اور یوں تو حقیقی وارث صرف تیری ہی ذات ہے: خدایا مجھ کو پاک اولاد عطا فرما۔ مجھے یقین ہے کہ تو حاجت مندوں کی دعا کو ضرور سنتا ہے۔ نبی کی دعا اور دعا بھی صرف ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم کی رشد و ہدایت کی خاطر ہو، اور رب نے بشارت دی کہ تمہارے بیٹا پیدا ہوگا اور تم اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ زکریا علیہ السلام کو یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی اور تعجب سے دریافت کرنے لگے یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی؟ یعنی مجھ کو جوانی عطا ہوگی یا میری بیوی کا بانجھ پن دور ہو جائے گا۔ فرشتے نے جواب دیا: "میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ حالات کچھ بھی ہوں تمہارے ضرور بیٹا پیدا ہوگا۔ کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور تیرا خدا کہتا ہے کہ میرے لئے یہ بہت آسان ہے، یعنی جو طریقہ بھی اس کے لئے چاہوں اختیار کروں، کیا مجھ کو ہی نے نیست سے ہست نہیں کیا؟

اب زکریا علیہ السلام نے درگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! ایسا کوئی نشان عطا کر جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بشارت نے وجود کی شکل اختیار کر لی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: علامت یہ ہے کہ جب تم تین روز تک بات نہ کر سکو اور

صرف اشاروں ہی سے اپنا مطلب ادا کر سکو تو سمجھ لینا بشارت نے وجود اختیار کر لیا لیکن ان دنوں میں تم خدا کی تسبیح و تہلیل میں زیادہ مشغول رہنا چنانچہ جب وہ وقت آ پہنچا تو زکریا علیہ السلام یاد الٰہی میں اور زیادہ منہمک ہو گئے۔ اور امت کو بھی اشاروں سے یہ حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی یاد میں مشغول رہیں اور یہ اس لئے کہ جس طرح یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے باعث صد ہزار مسرت تھی اسی طرح بنی اسرائیل کے لئے کم خوشی کا باعث نہیں تھی کہ زکریا علیہ السلام کا ایک صحیح جانشین اور علم و حکمت و نبوت کا سچا وارث عالم وجود میں آنے والا ہے۔

یہی واقعات ہیں جو قرآن عزیز اور صحیح احادیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اور صرف ان ہی پر اعتبار کیا جا سکتا ہے ان کے علاوہ یا اسرائیلی روایات ہیں جو اکثر و بیشتر تو اس مسئلہ میں قرآن و حدیث کے بیان کردہ واقعات کی مطابقت کرتی ہیں۔ اور بعض ساقط الاعتبار ہیں اور یا بعض وہ آثار ہیں جو روایت و درایت کے اعتبار سے ناقابل حجت اور غیر مستند ہیں۔

اور سورۂ مریم میں ہے

كٓهيٰعٓصٓ ۚ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا ۚ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۚ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۚ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۚ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۚ قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۚ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۚ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (مریم)

کاف، ہا، عین، صاد (اے پیغمبر) تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی یہ اس کا بیان ہے جب ایسا ہوا تھا کہ زکریا نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا۔ اس نے عرض کیا "پروردگا! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے۔ میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ خدایا! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو، اور محروم رہا ہوں، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے (کہ نہ معلوم وہ کیا خرابی پھیلائیں) اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے، ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب (کی برکتوں) کا بھی اور پروردگار! اسے ایسا کر دیجیو کہ (تیرے اور تیرے بندوں کی نظر میں) پسندیدہ ہو۔ (اس پر حکم ہوا کہ) "اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ رکھا جائے۔ اس سے پہلے ہم نے کسی کے لئے یہ نام نہیں ٹھہرایا ہے"، (زکریا نے متعجب ہو کر کہا، پروردگار! میرے یہاں لڑکا کہاں سے ہو گا، میری بیوی بانجھ ہو چکی اور میرا بڑھاپا دور تک پہنچ چکا"۔ ارشاد ہوا "ایسا ہی ہو گا تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ میں نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا حالانکہ تیری ہستی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس پر زکریا نے عرض کیا: "خدایا! میرے لئے (اس بارے میں) ایک نشانی ٹھہرا دے" فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ صحیح و تندرست ہونے کے باوجود تو تین رات لوگوں سے بات نہ کرے گا۔ پھر وہ حجرے سے نکلا اور اپنے لوگوں میں آیا اور اس نے ان سے اشارہ سے کہا صبح شام خدا کی پاکی و جلال کی صدائیں بلند کرتے رہو۔"

اور سورۂ انبیاء میں ارشاد ہے:-

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (انبیاء)

اور (اسی طرح) زکریا کا معاملہ یاد کرو، جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔ "خدایا مجھے (اس دنیا میں) اکیلا نہ چھوڑ، (یعنی بغیر وارث کے نہ چھوڑ اور ویسے تو) تو ہی (ہم سب کا) بہتر وارث ہے! تو دیکھو ہم نے اس کی پکار سن لی، اسے (ایک فرزند) یحییٰ عطا فرمایا، اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تندرست کر دیا۔ یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے اور ہمارے فضل سے امید لگائے ہوئے اور ہمارے جلال سے ڈرے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔

(باقی آئندہ)

فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ اِذَا بِکُوْہٖ مُسْتَبْشِرًا ضَاحِکًا مَسْرُوْرًا

صالحین کا سفر آخرت کی طرف

— نبی کریمؐ کی زبانی —

قاری عزیز علی خطیب جامع مسجد کھنگرانوالی مزنگ لاہور

فرمایا حضرت نبی کریمؐ نے کہ بندہ جب دُنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی منزل میں ہوتا ہے یعنی مرنے کے وقت اگر یہ نیک ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرہ والے فرشتے آتے ہیں گویا اُن کے چہرے مہر و ماہ کی طرح درخشاں ہوتے ہیں ان کے ہمراہ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اور وہ مرنے والے کی حدّ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت اُس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اسے پاک روح اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف چل۔ چنانچہ روح جسم سے اس آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آتا ہے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ فرشتے اس روح کو ان کے پاس نہیں چھوڑتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن و جنتی خوشبو میں اس روح کو رکھ لیتے ہیں۔ اور خود اس روح میں سے بھی ایسی خوشبو آتی ہے کہ دنیا والوں نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔ حتیٰ کہ مشک سے بھی زیادہ خوشبو۔ اب فرشتے روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں تو وہ سوال کرتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے۔ یہ اس کا بہترین نام جو دنیا میں مشہور تھا وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی پہلے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں اور آگے لے جاتے ہیں۔ دوسرے آسمانوں کے فرشتے بھی یہی پوچھتے ہیں چنانچہ ان کو بھی پہلا جواب ملتا ہے۔ دوسرے آسمانوں کے فرشتے تیسرے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک یہی سوال جواب ملائکہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ آخر کار رب العٰلمین کے پاس اس کو پہنچا جاتا ہے تو احکم الحاکمین فرماتے ہیں میرے اس بندہ کو کتاب علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو چونکہ۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى کا حکم یقینی ہے پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر وہ فرشتے اس کے پاس آکر سوال و جواب کرتے ہیں جب میّت ملائکہ کو صحیح جواب دے دیتی ہے تو اس وقت آسمان سے ایک کہنے والا کہتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے اس نے صحیح جواب دے دیا لہٰذا اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ فوراً حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور اس کی قبر اس قدر کشادہ کر دی جاتی ہے جتنی دور تک اس کی نگاہ پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس ایک خوبصورت اور نورانی چہرہ والا شخص آتا ہے اور میّت کو کہتا ہے کہ آپ خوش ہو جائیے۔ دنیا میں اسی بدلہ اور دن کا آپ وعدہ دیئے جاتے تھے۔ میّت پوچھتی ہے کہ آپ ہیں کون! آپ کے چہرے سے تو بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں تو معلوم ہوا کہ قبر کی وحشت اور تنہائی کو دور کرنے کے لئے دنیا کی زندگی میں نیک عمل کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نیک عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

برادرانِ عزیز

اللہ تعالےٰ گاہے لگاہے ان جنتی نعمتوں کو اہل دنیا پر روشن کرنے کے لئے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کے مقابر سے ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے چالیس روز تک خوشبو کا آنا اہل علم پر روز روشن کی طرح واضح ہے اور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ان خوشبوؤں کو اہل دنیا نے کبھی دیکھا تک بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ ہم خوشبو کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکتے۔

اس کا یقین دلانے کے لئے حضرت مرشدی مولائی مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری مسکن سے خوشبو کو ظاہر فرمایا۔ چنانچہ اہل دنیا تجزیہ کرنے کے باوجود نہ بتلا سکے کہ یہ خوشبو کیسی ہے۔ اور کس چیز کی ہے! لیکن ان نعمتوں کو واضح کرنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ ان مقربین کے ارشادات اور طریقوں کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرکے اپنی قبروں کو بھی جنت کا معطر مکان بنوائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ان برگزیدہ ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشیں اور ہماری قبروں کو بھی معطر فرمائیں۔ ویسے اس قسم کی خوشبو کا ذکر بخاری شریف کی قبر مبارک سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آمین۔

بیعت کیا چیز ہے؟

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

بیعت بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں انتہائی رضا و رغبت کے ساتھ اپنی جان و مال کو خداوند ذوالجلال کے ہاتھ بمعاوضہ جنت فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔ چنانچہ جب یہ بیعت ہونے لگی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے جو چاہیں شرط کریں مگر یہ ارشاد فرمائیں کہ ہم کو اس کے معاوضہ میں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا: جنت۔ عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا:۔

رَبِحَ الْبَیْعُ لَا نُقِیْلُ وَلَا نَسْتَقْبِل

بڑے نفع والی اخرید و فروخت ہے۔ ہم اس کے اقالہ اور فسخ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔

اس پر اللہ جل جلالہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذٰلک ھو الفوز العظیم رواہ الحاکم فی الکیل عن کعب بن مالک و احمد عن جابرٍ فتح الباری ص ۳ ج ۶ کتاب الجہاد۔

تحقیق اللہ نے مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو بمعاوضہ جنت خرید لیا ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد و قتال کرتے ہیں جس میں کبھی مارتے ہیں اور کبھی مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے توریت و انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون عہد کو پورا کر سکتا ہے۔ پس اے مسلمانو تم کو بشارت ہو اور یہ بیع تم کو مبارک ہو جو تم نے حق تعالیٰ سے کی ہے یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

جنت میں ایک بازار لگے گا جس میں یہاں خدائے عزوجل کے ہاتھ اپنا جان و مال فروخت کیا اور سب جان و مال اس کے حوالے کر دیا۔ اس کو وہاں اختیار ہوگا کہ اس بازار سے جو چاہے بلاقیمت لے لے۔ اس لئے کہ وہ قیمت (جان و مال) پیشگی دے چکا ہے۔ واللہ در القائل۔

وحی علی السوق الذی فیہ یلتقی
محبون ذٰلک السوق للقوم معلم
فما شئت خذ منہ بلا ثمن لہٗ
فقد اسلف التجار فیہ واسلموا

ایک ضروری تنبیہ

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت صرف مردوں سے مصافحہ فرماتے تھے۔ عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔ صرف زبانی اقرار اور عہد لے کر یہ فرماتے کہ جاؤ تم سے بیعت ہو گئی۔ سیرت ابن ہشام (ص ۱۱۲ ج ۱)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتحن من ھاجر للہ من المومنات بھٰذہ الاٰیۃ یقول اللہ یا ایھا النبیُّ اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہٖ غفور رحیم فمن اقرّ بھٰذا الشرط من المومنات قال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بایعتک کلامًا ولا واللہ مامسّت یدہٗ یدَ امراۃٍ فی المبایعۃ مایبایعھنّ الا بقولہٖ قد بایعتکِ علی ذٰلک (بخاری شریف ص ۷۲۶ ج ۲)

اور مسند احمد اور معجم طبرانی میں اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنّی لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ ولکن اٰخذ علیھن مَا اخذ اللہ عَلَیْھِنَّ۔

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا صرف اللہ کی اطاعت کا عہد لیتا ہوں۔

یہ روایت عبداللہ بن زبیر سے طبقات ابن سعد اور مسند احمد اور ترمذی میں بھی آئی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ کنز العمال

لہٰذا آج کل کے پیروں کا جو عمل اس کے خلاف رائج ہے اسلام اس سے بری ہے۔ لوگ اس سے دھوکا نہ کھائیں۔

روح اور نفس میں کیا فرق ہے

بعض علماء کے نزدیک روح اور نفس ایک ہی شئی ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ شئے ہیں۔

استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیمہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشترک ہیں جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے میں مشترک ہیں۔ مگر ملائکہ نورانی ہیں اور شیاطین ناری ہیں، فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور شیاطین نار سے پیدا کئے گئے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں تمہید میں ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے:۔

ان اللہ خلق اٰدم وجعل فیہ نفسًا وّروحًا فمن الروح عفافہ وفھمہ وحلمہ وسخاءہ ووفاءہ ومن النفس شھوتہ وطیشہ وسفھہ وغضبہ ونحو ھٰذا۔ (روض الانف ص ۲۹۸ ج ۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں ایک نفس اور ایک روح کو رکھا پس عفت اور فہم اور علم اور سخاوت اور وفا یہ سب چیزیں روح سے نکلتی ہیں اور شہوت اور طیش اور سفاہت اور غصہ اور اس قسم کے تمام اخلاق ذمیمہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ روح سے ظاہر ہوتے ہیں اور اخلاق ذمیمہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز قرآن اور حدیث میں ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہوت اور سفاہت طیش اور

احوالِ برزخ

ضیاء الدین، خطیب، جامع مسجد ٹیلیفون فیکٹری ہری پور

برزخ پردہ کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں برزخ کا لفظ تین مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ رحمٰن میں دو دریاؤں کا ذکر فرمایا: بینھما برزخ لا یبغیان (ترجمہ ان دونوں کے بیچ میں ایک پردہ ہے۔ ایک دوسرے پر نہیں بڑھتے اور سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا برزخًا (ترجمہ: اور بنایا ان دونوں کے درمیان پردہ اسی طرح سورۂ مومنون میں ارشاد فرمایا: "ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون" اور ان مرنے والوں کے پیچھے ایک پردہ ہے اس دن تک جب کہ وہ اٹھائے جائیں گے۔ اس سے پتہ چلا کہ برزخ عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان پردہ ہے جو کہ عالم آخرت کے آنے کے بعد ختم ہو جائے گا۔

(تینوں عالموں کا باہمی فرق)

عالم دنیا میں جسم ظاہر ہے اور روح پوشیدہ۔ راحت و تکلیف یہاں پر براہِ راست جسم کو پہنچتی ہے اور روح کو بالواسطہ جسم احساس ہوتا ہے اور عالم برزخ میں اس کے برعکس روح نمایاں ہوگی اور جسم پوشیدہ ہوگا۔ تکلیف براہ راست روح کو ہوگی اور جسم کو بالواسطہ احساس ہوگا۔ عالم آخرت میں جسم اور روح دونوں نمایاں ہوں گے۔ دونوں کو مستقلاً راحت و تکلیف دی جائے گی۔

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ ہر نماز کے بعد آپؐ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے اور فرمایا اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذاب قبر سنا دیتا۔

حضرت عثمانؓ جس کو آپ نے رفیقی فی الجنۃ فرمایا اور آپ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ آپ جب قبر کے پاس کھڑے ہوتے اتنے آنسو نکلتے کہ آپؓ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ رونے کی وجہ ارشاد فرماتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر اس منزل سے نجات ہو گئی تو بعد کی منازل آسان ہوں گی۔ اس میں نجات نہ ہوئی تو بعد کی منازل بھی مشکل ہوں گی۔ مزید فرمایا میں نے قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا کوئی منظر نہیں دیکھا۔

حضرت ہانی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کے پاس یہ شعر پڑھتے ہوئے میں نے سنا۔

فَاِنْ تَنْجُ مِنْھَا تَنْجُ مِنْ ذِی عَظِیْمَۃٍ
وَاِلَّا فَاِنِّی لَا اِخَالُکَ نَاجِیًا

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے، عذاب القبر حق ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ملحدین کے شبہات جو عذاب قبر سے متعلق ہیں کہ ہم جب کفار کو بعض مرتبہ دیکھتے ہیں لیکن عذاب محسوس نہیں ہوتا۔ حل فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آنکھیں عالم ملکوت کی چیزوں کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام وحی کے آنے پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن دیکھتے نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ اس کی مثال نیند ہے کہ نیند میں راحت اور تکلیف سونے والے کو محسوس ہوتی ہے یہاں تک کہ پسینہ بھی آجاتا ہے، لیکن پاس پہنچنے والے کو بالکل معلوم نہیں ہوتا۔

(احیاء العلوم جلد رابع)

رحمۃ للعالمین کی شفقت

امتحان کا قاعدہ یہ ہے کہ طالب علموں کو پہلے سوالات نہیں بتلائے جاتے اور نہ ہی جوابات سے آگاہ کیا جاتا ہے بلکہ عین امتحان کے وقت سوالات بتلائے جاتے ہیں۔ ہمارے ماں باپ آپ حضور پر قربان ہوں کہ قبر کے سوالات اور جوابات سے امت کو پہلے ہی متنبہ فرما دیا کہ فرشتے منکر اور نکیر میت کے پاس آتے ہیں اور اس کو بٹھلاتے ہیں اور اس سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں۔ مَنْ رَبُّکَ تیرا رب کون ہے، جس نے عالم دنیا میں پرچوں کو حل کیا ہوگا وہ فوراً کہے گا رَبِّیَ اللّٰہ میرا رب اللہ ہے۔ دوسرا سوال وَمَا دِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے۔ کہے گا دینی الاسلام۔ میرا دین اسلام ہے۔ تیسرا سوال ما ھٰذا الرجل الذی بعث فیکم اس شخص کے بارہ میں تیرا کیا عقیدہ ہے جو تم میں بھیجا گیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کہے گا۔ ھو رسول اللہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے کہیں گے تجھے کیسے معلوم ہوا۔ مومن کہے گا قرأت کتاب اللہ و امنت و صدقت) میں نے قرآن مجید پڑھا اور ایمان لایا اور تصدیق کی (الترغیب والترہیب حصہ رابع) اور پھر میت کی منتہاء نظر تک یا ستر گز قبر کو کشادہ کیا جاتا ہے اور جنت کی طرف دروازہ کھل جاتا ہے اور جنت کی خوشبوئیں اور چیزیں اس کو نظر آتی ہیں اور اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہوتی ہے اور لوگوں کی عبرت کے لئے بعضوں کی مٹی میں ادنیٰ سی خوشبو کی جھلک ظاہر فرماتے ہیں، جیسا کہ متقدمین میں امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں اور متاخرین میں حضرت شیخ التفسیر مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اللھم زد فزد وارزقنا ربنا علیھم ایمان۔ با التجربہ والوں کے لئے بہت بڑی عبرت ہے داعی الی اللہ کی مٹی بھی دعوت کا سبق دہرا رہی ہے۔

منکر و نکیر کی مومن کے ساتھ نرمی

سعید ابن مسیب روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب سے آپ نے مجھ سے منکر نکیر کی (کرخت) آواز اور قبر کے بھینچنے کا تذکرہ کیا ہے مجھے کسی چیز سے بھی تسلی نہیں ہوتی اور قبر کا بھی دھیان مجھے گھلاتا رہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ منکر اور نکیر کی آواز مومنوں کے کانوں میں ایسی اچھی لگے گی جیسے آنکھوں میں سرمہ اچھا لگتا ہے

اور مومنوں کو قبر کا دبوچنا ایسا آرام دہ ہوگا جیسے شفقت والی ماں سے بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے اور ماں آہستہ آہستہ دبائے لیکن اے عائشہ اللہ کے معاملہ میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے جانتی ہو وہ قبروں میں کیسے دبوچے جائیں گی۔ پھر خود ہی فرمایا وہ اس طرح دبوچے جائیں گی جیسے بہت بڑا پتھر انڈے کو کچل ڈالے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذابِ قبر سے بچائے اور اعمال قبر کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے وما علینا الا البلاغ

معیار وصفات نبوت عامہ

وشانِ رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

۲

رسول پاکؐ کا علم وفہم

مگر یہ تو آپؐ کے اخلاق کی حالت تھی باقی آپ کے علم وفہم کا نشان سب سے بڑا یہی ہے کہ آپ بذاتِ خود امی محض۔ جس ملک میں پیدا ہوئے، جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گذاری، علوم سے یک لخت خالی، نہ وہاں علوم دینی کا پتہ نہ علومِ دنیاوی کا نشان پھر اس پر ایسا دین، ایسے آئین، ایسی کتاب، لاجواب اور ایسی ہدایاتِ بینات لائے کہ آج تک بڑے بڑے حکما اس کا جواب نہیں لا سکے بلکہ بڑے بڑے مدعیانِ عقل و تہذیب نے اس کی داد دی قرآن جیسا زندہ اور علمی معجزہ کس پیغمبر کو دیا گیا؟ جس کا مقابلہ کیا، باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم و معارف کے اور کیا بہ اعتبار تحریف و تبدیل سے محفوظ رہنے کے دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ کر سکے گی۔ قرآن کے حق میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ جو خود قرآن پونے چودہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے یعنی یہ کہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کی مثال بھی پیش کر سکے۔

اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی عادات و اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے ایسے ہی علوم کے بھی سارے مراتب آپ پر تمام کر دیئے گئے تھے کیونکہ انبیائے سابقین میں نہ ایسا اعجازِ علمی کسی کو دیا گیا نہ اُن کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے جو اہلِ اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ صفتِ علم تمام اُن صفات کی خاتم ہے جو مربیٔ عالم ہیں تو جس کا اعجازِ علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالاتِ علمی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اور اُسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہوگا اور چونکہ اس کا دین قیامت تک رہے گا اس لئے اس کی کتاب کا بھی تاقیامت باقی رہنا ضروری ٹھہرے گا باقی قرآن کے سوا آپ کے جو اور علمی و عملی معجزات ہیں ان کے بیان کی اس وقت بالکل گنجائش نہیں رہی اور نہ میں قلتِ وقت کی وجہ سے تورات و انجیل وغیرہ کے بشارات آپ کی نبوت کے متعلق نقل کر سکا۔ (از رسالہ اسلام اثر خامہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، شیخ الاسلام پاکستان)

ضرورتِ رسولؐ

نبی آخر الزمان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی حالت کا یہ نقشہ تھا کہ اس کے جنوب پر سلطنتِ حبش کا مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اضلاع پر رُوما کی سلطنتِ قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرونی ملک آزاد تھا لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قابض ہونے کی متمنی تھی۔ اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت بڑا اثر ڈالا ہوا تھا ان میں خود مختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت اور جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ جوئے اور شراب خوری کی مذموم عادت بمنزلہ طبیعتِ ثانیہ ہو گئی تھی ممالک غیر سے الگ رہنے کی وجہ سے اُن کی زبان کھری اور نسل صحیح تھی لیکن فصاحت کا استعمال زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تخریب میں کیا کرتے تھے یا اپنے کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کے نام کی بھی خوب مٹی خراب کرتے تھے۔ ان بیہودگیوں کے علاوہ مدعیانِ شرافت بڑی دیدہ دلیری سے اپنی زندہ بیٹیوں کو زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔ جہالت نے ان میں بُت پرستی رائج کر دی تھی اور بُت پرستی سے توہم پرستی تک نوبت پہنچ گئی تھی، فطرت کی ہر ایک چیز، درخت، پتھر، چاند، سورج پہاڑ دریا وغیرہ کو قابلِ پرستش سمجھتے تھے۔ اس لیے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا۔ قتل، رہزنی، حبس بیجا، تصرف ناجائز، مداخلتِ بے جا، عورتوں کو بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوندِ خاک کر دینا اُن کی معاشرت کے جزوِ اعظم بن گئے تھے۔ برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے اُن کے دل و دماغ میں یہ نقش کر دیا تھا کہ اُن کی حالت سے بہتر کسی کی حالت اور اُن کی معاشرت سے بہتر کسی کی معاشرت اور اُن کے تدین سے بہتر کوئی تدین نہیں ہے۔ عرب میں اُس وقت اور بھی مذاہب موجود تھے۔ مثلاً یہودی، عیسائی، صابی وغیرہ۔ ناواقف شخص دھوکہ کھا سکتا ہے کہ ان مذاہب میں عمدہ نمونے بھی پائے جاتے ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مذاہب خود بگڑ چکے تھے اور ان مذاہب کے عُلماء نے اپنی خود غرضیوں سے ان مذہبوں کو خراب کر دیا تھا۔ اگر حضرت موسیٰ، عیسیٰ و صالح علیہم السلام کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ ان مذاہب کے مقلدین کے عام عقائد یہ تھے۔ عیسائی مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ عرب کے عیسائی مریم علیہا السلام کو معاذ اللہ خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ بُت پرست لات و عزیٰ کو مونث خدا لات ہے۔ الہٰ کا اور عزیٰ مونث ہے عزیز کا) کہا کرتے تھے اُس زمانہ کے یہودی حضرت عزیرؑ کو تورات ازبر لکھ دینے کی وجہ سے ابن اللہ کہتے تھے اور عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب مرد و زن کو خدا کے پیارے بیٹے اور بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ آتش پرست بیٹی اور بہن اور بہن کو گھر میں ڈال لینا ثواب عظیم جانتے تھے۔ عرب کے لوگ حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام ازواج کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔ ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق وقت سے موسوم کرتے تھے اور دنیا کے ہر انقلاب کو دورِ زمانہ سے منسوب کرتے تھے اور دنیا کے ہر انقلاب کو دَورِ زمانہ سے منسوب کرتے تھے، خدا کی ہستی کا

اقرار اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد اعمال پر نیک و بد نتائج کا مرتب ہونا اُن کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا۔ غرض ان تمام نقائص کی وجہ سے عرب گویا دُنیا پر پھیلے ہوئے جملہ مذاہب اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔ اُس وقت ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو دنیا کو ان مصائب سے پاک و صاف کرے اور خدا کے بندوں کو اعمال قبیحہ اور افعال ذمیمہ سے بچا کر نجاتِ اخروی کا سیدھا راستہ بتائے۔

اٹھا ہدایت کو توعین ضرورت کے وقت
جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اُٹھے گھٹا

اسلام سے پہلے عرب میں جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا بازار گرم تھا ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے۔ دو جماعتوں میں جب لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی مدینہ کے دو زبردست قبیلوں اوس و خزرج کی حریفانہ نبرد آزمائی اور دیرینہ عداوت و بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا ان حالات میں آ گئے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحید و معرفت اور اتحاد و اخوت کا عالمگیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے لوگوں نے انہیں بھی ایک فریق ٹھیرا لیا اور سب نے مل کر غلاف و شقاق کا رُخ ادھر پھیر دیا۔ پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ہر قسم کی دشمنی کے لئے حضورؐ کی ذات قدسی صفات کو مطمع نظر بنا لیا وہ آپ کی پند و نصیحت سے گھبراتے تھے اور آپ کے سایہ سے بھاگتے تھے دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو درندوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلہ میں معرفت الٰہی اور حُبّ نبوی کی روح پھونک کر اور شراب توحید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اخوت و الفت باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیتی اور اس مقدس ہستی کا درم ناخریدہ غلام اور عاشق جاں نثار بنا دیتی جس سے زیادہ چند روز پہلے اُن کے نزدیک کوئی مبغوض ہستی نہ تھی، بلا شبہ روئے زمین کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جا سکتا ہے جو اللہ کی رحمت و اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے میں ڈال دی اور پھر سب کی اُلفتوں کا اجتماعی مرکز حضور انورؐ کی ذات منبع البرکات کو بنا دیا قلوب کو دفعتہً ایسا پلٹ دینا خدا کے زورِ قدرت کا کرشمہ ہے اور ایسی شدید ضرورت کے وقت سب کو محبت و اُلفت کے ایک نقطہ پر جمع کر دینا اُس کے کمالِ حکمت کی دلیل ہے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پ ۱۰ ع ۴

(ترجمہ) اور الفت ڈالی اُن کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا، اُن کے دلوں میں لیکن اللہ نے الفت ڈالی اُن میں بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا۔

خدائے رحمٰن نے ہماری پیدائش سے پیشتر ہمارے مادی حوائج کا کافی انتظام کر دیا زمین پیدا کی جس پر ہم کو بسنا اور کاروبار کرنا تھا اور اس کو ہر طرح کی غذاؤں اور اسباب زندگی کا ایک گودام بنایا، چشمے اور دریا جاری کر دیئے، کنوؤں میں پانی کا ذخیرہ محفوظ کر دیا، زندہ رہنے اور سانس لینے کے لئے تمام فضا میں ہوا پھیلا دی، آسمان کی مضبوط چھت میں کیسے درخشاں اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والی قندیلیں روشن کر دیں۔ غرض علویات اور سفلیات کا ایسا نظام قائم کیا کہ اس خاک کے پتلے کو اپنی ضروریات میں اس سے نفع اٹھانا آسان ہو پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ ایسا مہربان خدا ہماری روحانی اور باطنی ضروریات کی طرف توجہ نہ فرماتا اس نے ابتدائے آفرینش سے ہی ہدایت کے چشمے جاری کئے۔ وحی اور الہام کی بارشیں وقتاً فوقتاً برسائیں اور جس جس وقت جس جس طرح اُس کے علم ازلی میں مناسب تھا روحانی زندگی کے سامان مہیا فرمائے پس اگر مختلف زمانوں میں مادی غذا کی تیاری کے لئے مختلف طرح کی بارشوں اور بادلوں کے ادل بدل پر ہم کوئی اعتراض نہیں کر سکتے تو ہمیں اس کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم بہت سے انبیاء، مرسلین اور اُن کی شرائع کے ارسال و انزال پر کسی طرح کی حرف گیری کر سکیں۔ یہاں پر طبیب اور مریض کی مثال صادق آتی ہے۔ طبیب مریض کی حالت دیکھ کر نسخہ بدلتا رہتا ہے۔

دیکھنے کے لئے آنکھ کو اندرونی اور بیرونی روشنی کی ضرورت ہے۔ ٹھیک اسی طرح غیبی اور آخرت کی باتیں سمجھنے کے لئے بھی دو روشنیاں درکار ہیں۔ ایک اندرونی جو عقل کی روشنی ہے اور دوسری بیرونی جس کو وحی کی روشنی سے تعبیر کیا جاتا ہے گویا عقلِ انسان نہ تو بیکار رہی ہے اور نہ وحی سے مستغنی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد لیل و نہار کے نظام کو دیکھئے جوں جوں تاریکی بڑھتی ہے ستاروں کی چمک میں تیزی آتی جاتی ہے۔ تاریک کمروں میں لالٹین اور چراغ وغیرہ سے روشنی کا سامان کیا جاتا ہے۔ ستاروں سے جہازوں سے چلنے چلانے میں مدد ملتی ہے گیس کے ہنڈوں اور بجلی کے قمقموں سے لوگوں کا کاروبار چلتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے، سورج نکلتا ہے تو تمام مختلف، روشنی کے سامان نابود ہو کر ہزاروں آلات روشنی کے بجائے ایک روشنی سورج کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح روحانی نور یعنی وحی اور احکام خداوندی میں بھی تدریج ہوا اور آخر میں اس کا ایک درجہ ایسا ہی آ جائے کہ اس کے بعد کوئی درجہ باقی نہ رہے تو اس میں کیا تعجب ہے۔

مروجہ قوالی کی حقیقت

محمد طفیل صاحب ممبر یونین کمیٹی لاہور

(۳)

حضرت ہجویری المعروف گنج بخشؒ کا مروجہ قوالی پر البرز شکن گرز

حضرت ہجویریؒ کے متعلق پہلے ڈاکٹر اقبال کے چند شعر ملاحظہ ہوں:۔

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

چونکہ لاہور شہر میں آج کل قوالی کا دور دورہ ہے اس لئے حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت گنج بخشؒ کا فتویٰ بھی درکار ہے۔ یہ وہ مقدس ہستی ہیں جن کے مزار پر حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے آکر چلہ کیا اور اکتساب فیوض و برکات کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو مزار شریف کے رُخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اپنی کتاب کشف المحجوب (اردو) صفحہ ۲۰۳ میں فرماتے ہیں:۔

"صوفیا کا ایک گروہ خوش الحانی کے ساتھ کلام اللہ کا سننا سنانا تو جائز سمجھتا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کسی چیز کو بھی نغمہ اور ترنم سے غنائی رنگ میں سننا جائز نہیں رکھتا کیونکہ اُن کے نزدیک دیگر چیزیں ہوس انگیز اور سبب فتنہ ہو سکتی ہیں وہ سماع سے اپنے مریدوں کو منع کرتے رہتے ہیں اور خود بھی پرہیز کرتے رہتے ہیں اور اس بات کی تائید میں انہوں نے غلو سے کام لیا ہے اور ان میں سے ایک گروہ تو سماع کے حرام ہونے میں روایتیں لاتا ہے اور اس معاملہ میں وہ سلف صالحین کا پیرو ہے مثلاً آنحضرتؐ نے حسان بن ثابتؓ کی کنیز کو نغمہ و سرود کرنے سے ڈانٹا اور تنبیہ کی اور حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو نغمہ سرائی کرنے کی وجہ سے درّے لگائے اور حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کا اس بنا پر انکار کیا کہ اس کے پاس گانے والی لونڈیاں ہیں اور آپ نے حضرت حسنؓ کو اُس حبشی عورت کے دیکھنے سے منع کیا جو نغمہ اور سرود میں مصروف تھی اور فرمایا کہ وہ شیطان کی ساتھن ہے اور اس کی مانند حرمت سماع میں اور بھی بہت سی روایات ہیں نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نغمہ سرود اور راگ کے مکروہ ہونے پر سب سے بڑی دلیل امت کا اجماع ہے یہاں تک کہ ایک گروہ نے راگ کو تو مطلق حرام کہہ دیا ہے اور اس معنی میں ابوالحارث بناخیؒ سے روایت لائے ہیں کہ ایک رات کسی نے میرے حجرے کے دروازہ پر آکر کہا کہ طالبان حق کی جماعت جمع ہو رہی ہے اور سب شیخ کے دیدار کے آرزو مند ہیں اگر آپ مہربانی فرما کر قدم رنجہ فرمائیں تو عین نوازش ہوگی" میں نے کہا کہ اچھا چلو میں بھی آتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دیر میں ہم ایک گروہ کے قریب پہنچے لوگ حلقہ کئے ہوئے تھے اور ایک بوڑھا مرد ان کے درمیان بیٹھا تھا اس نے میری بہت ہی عزت کی اور بولا اگر اجازت ہو تو چند اشعار سُن لوں میں نے قبول کیا اور پھر دو آدمیوں نے نہایت خوش الحانی سے ایسے اشعار پڑھے جو حسن و عشق اور ہجر و فراق کے مضامین پر مشتمل تھے اور سب حاضرین اُن کو سن کر وجد میں آگئے اور خوشی کے نعرے مارتے تھے میں ان کے حال پر متعجب تھا کہ توحید و معرفت یا دیگر عمدہ مضامین پر نہیں بلکہ فسق و فجور کے مضامین پر یہ لوگ کیوں اس قدر وجد کرتے ہیں۔ اتنے میں بوڑھے نے مجھ سے کہا: "اے شیخ! آپ نے مجھ سے میری حقیقت و ماہیت دریافت نہیں کی" میں نے کہا کہ تیری وحشت مجھے سوال کرنے سے مانع رہی اُس نے کہا "میں شیطان ہوں اور یہ سب میرے فرزند ہیں۔ نغمہ سرود اور سماع کی یہ محفل جمانے میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ ہے کہ مجھے خدا کی درگاہ میں اپنے عروج و قبولیت کے دن فراموش نہیں ہوتے۔ لہٰذا میں نغمہ سرود کے ذریعہ اپنے درد و کرب فراق اور غم ذلت کو محو کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ میں سماع (قوالی) سے عابد اور پارسا لوگوں کو لذاتِ نفسانی میں مبتلا کرتا ہوں اور انہیں گمراہ کرتا ہوں"۔

چنانچہ میں یہ بیان سُن کر فوراً وہاں سے بھاگا اور ہمیشہ کے لئے سماع سے توبہ کی اور ایک گروہ اپنے مریدوں کو سماع سے محض اس بنا پر منع کرتا ہے کہ وہ کہیں کذب و مبالغہ اور ریا اور تصنع میں مبتلا نہ ہو جائیں اور کہیں فساق کی تقلید نہ کرنے لگیں اور حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرید کو اس کی توبہ کے ابتدائی وقت میں تلقین فرمائی کہ اگر تو اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اور اپنی توبہ میں ثابت قدمی کا خواہاں ہے تو جب تک نوجوان ہے سماع میں ہرگز شامل نہ ہونا اور اس کا منکر رہنا اور جب تو بوڑھا ہو جائے تو تقویٰ کو اپنا شعار بنانا اور فقط الٰہی چیزوں کی سماعت کرنا۔

چنانچہ رقص اور اس کے متعلقات کے بارے میں حضرت گنج بخش صاحبؒ فرماتے ہیں۔ شریعت ہو یا طریقت دونوں میں جواز رقص کی قطعاً کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ رقص جب وجد کے ساتھ ہو تو تمام عقلمندوں کے لئے لہو ہوتا ہے۔ اور جب ہزل کے ساتھ ہو تو لغو ہوتا ہے اور مشائخ میں سے کسی نے بھی رقص کو اچھا نہیں کہا ہر جگہ شدت سے اس کی مذمت کی ہے اور اسے فسق و فجور اور بدکاری کا ایک واضح ذریعہ بتایا ہے تمام الامان شریعت و طریقت متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ رقص (ناچنا) شیطان کے بدترین حربوں میں سے ایک حربہ ہے جو نفس کی شہوانی قوتوں کو بیدار کر کے رقص کرنے اور دیکھنے والوں کو زنا پر آمادہ کرتا ہے لہٰذا اس فعل شیطانی میں مبتلا ہونے

والے سب کے سب ذریت ابلیس ہیں اور شریعت اسلامیہ کے لئے باعث فتنہ و فساد اور میں نے جاہل اور فاسق عوام کا ایک گروہ دیکھا ہے جو کہتے ہیں کہ تصوف کا مذہب رقص ہی ہے اور اسی لئے انہوں نے اس کو اختیار کر رکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان جاہل بندگان نفس نے وجد کو رقص کا نام دے لیا ہے اور عوام الناس کو گمراہ اور تصوف کو بدنام کرتے پھر رہے ہیں ورنہ بالکل ظاہر ہے کہ وجد اور اس کی حرکات رقص کے مشابہ تو نہیں اور نہ ہی وجد سے وہ خبیث و ناپاک تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو رقص سے پیدا ہوتے ہیں۔

الغرض رقص ایک شیطانی فعل ہے۔ اور وہ بے قراری جو طبع انسانی میں جو رقص سے پیدا ہوگی۔ نہ تو قلب و دماغ کی پرورش ہوگی اور نہ وجہ سکون وطمانیت بلکہ وہ قلب کو بسمل کرنا، جان کو پگھلانا اور جذبات و احساسات کو پراگندہ کرنا ہوگا۔ غرض رقص اور رقص کا ماحول اختیار کرنا، نوجوانوں کے حسن وجمال کا ہوس سے نظارہ کرنا، ان کی صحبت اختیار کرنا اور محفل رقص میں مزامیر کا سننا شرعی اور اسلامی لحاظ سے قطعی ناجائز و ممنوع ہے اور اس کو جائز کہنے والا کافر ہوگا اور ایسے کفار کا ہر قول جہالت و بطالت پر مبنی ہے اور مشائخ نے ایسے فساق اور مخالفین شرع سے اجتناب کی بہت تاکید فرمائی ہے اور میں ایک دفعہ پھر واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اہل طریقت اور صوفیاء کے مذہب و مسلک میں رقص کی قطعاً کوئی سند نہیں ہے اور وہ سب بالاتفاق اسے ناجائز کہتے ہیں اور جو لوگ اس میں مبتلا ہیں انہیں شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ناظرین باتمکین دل و دماغ میں اچھی طرح سے نقش فرمالیں کہ لاہور میں بیٹھے ہوئے حضرت گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا" قوالی اور رقص کے متعلق کیا فرما رہے ہیں۔ کیا کوئی کور کسر اب باقی رہ گئی ہے لڑکوں اور لڑکیوں کو قوال بنانا، ناچ اور رقص کرانا۔ ایک آرٹ کی سیکھ کر اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا باعث فخر قوم ہے یا ننگ قوم ترقی ہے یا ترقی کا ہیضہ۔ برادران اور عزیزان من! ایسی ایسی خرابیاں اور برائیاں ان چیزوں کے اندر پنہاں ہیں کہ ان کا نام زبان پر لانا مناسب نہیں۔ اور سچ پوچھئے تو ایسے الفاظ کو منہ سے نکالتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے مگر نام نہ لینے سے کیا حقیقت اور ہیئت بدل جائے گی۔ کانے کو کوئی زبان سے کانا کہے تو اس سے کیا ہوتا ہے اس نہ کہنے سے کیا عیب اس کا مٹ جائے گا۔ جب ایک آنکھ نہیں ہے تو کانا تو ہے ہی چاہے کوئی کہے یا نہ کہے مگر اس احقر کے کہنے اور لکھنے سے کیا ہوتا ہے جبکہ حضرت گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا نے گن گن کر ان تمام برائیوں اور خرابیوں کا نام لیا ہے اور ان سے بچنے کے لئے تاکید فرمائی ہے۔ یہ کیا کم کمال ہے کہ ہزار سال ہونے کو ہے۔ مگر اب بھی عرس کے موقع پر پانچ لاکھ زائرین نے حاضر مرقد ہو کر عقیدت کے پھول چڑھائے جہانگیر کا مقبرہ اور نور جہاں کی قبر کچھ دور نہیں ہے دیکھ لیا حکومت کس کی ہے اور قلوب کھچے کہاں جاتے ہیں۔

بیں حقیر گدایان عشق راکیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

مگر آہ اور صد آہ! ان کے مزار پر یہ مروجہ سماع جو بالکل ممنوع اور غیر مشروع فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (کوئی ہے جو نصیحت پکڑے)

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر
(ڈاکٹر اقبالؒ)

نقشبندی طریقت کا قوالی و سماع کے خلاف

قطعی اور فیصلہ کن فتویٰ

ناظرین باتمکین! آپ اس انتظار میں ہوں گے کہ اس وقت کسی نقشبندی طریق کے پیر و مرشد کا کوئی فتویٰ صادر نہیں ہوا ہے۔ پہلے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے چند اشعار سن لیجئے ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ سرہندی قدس سرہ کا فتویٰ غور سے پڑھئے۔ مکتوب ۲۶۶ دفتر چہارم حصہ اول کا متعلقہ حصہ فارسی میں نقل کیا جاتا ہے۔ اور جس کا اردو ترجمہ بھی نیچے دیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں مزید غور کرنے میں آسانی ہو:

"حضرات پیر زادہائے اعنی خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ صمد دریافت در بیان بعضے از عقائد کلامیہ بروفق آرائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کہ حضرت ایشاں را از روئے الہام و فراست حاصل گشتہ نہ از روئے تقلید و تخمین در اوائل احوال حضرت پیغمبر را علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات بخواب دیدہ بودند کہ می فرمایند تو از مجتہدان علم کلامی و ایں واقعہ را بحضرت خواجہ خود گذر انیدہ بودند ازاں روز حضرت ایشاں را در ہر مسئلہ۔

ترجمہ

اہل سنت والجماعت خدا ان کی کوششوں کو مشکور فرمائیں کی رائے کے موافق بعض ان عقائد کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام و فراست حاصل ہوئے تھے نہ کہ از روئے تقلید و تخمین (پیروی اور قیاس) شروع احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی خواب میں زیارت ہوئی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقعہ کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا اسی دن مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جدا ہے وغیرہ وغیرہ

(باقی آئندہ)

(بقیہ حدیث معراج)

اٹھایا گیا۔ اور میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ والا برتن لے لیا۔ جبریئل نے فرمایا یہی فطرت ہے جس پر تو اور تیری امت ہے۔ پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں دربار الٰہی سے لوٹ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا تیری امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ (خدا تعالیٰ) کی قسم ہے میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرکے دیکھا ہے میں نے بنی اسرائیل کو بہت زیادہ آزمایا ہے۔ اپنے رب کے پاس لوٹ کر جایئے اور اپنی امت کے لیئے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ پھر میں لوٹ کر گیا تو اللہ تعالےٰ نے دس نمازیں معاف فرمادیں پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس لوٹ کر آیا۔ پھر ویسا ہی کہا۔ پھر میں لوٹا کر گیا تو اللہ تعالےٰ نے دس اور معاف فرما دیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاں آیا۔ پھر ویسا ہی کہا۔ پھر میں لوٹ کر گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے دس اور معاف فرما دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا۔ پھر ایسا ہی فرمایا۔ پھر میں لوٹ کر گیا پھر (اللہ تعالےٰ) نے دس اور معاف فرمائیں۔ پھر مجھے روزانہ دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر لوٹ کر موسیٰ (علیہ السلام) کے ہاں آیا۔ پھر ویسا ہی فرمایا پھر مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاں آیا۔ پوچھا آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے پھر میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا تیری امت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو میں نے سخت آزمایا ہے۔ اپنے رب کے ہاں جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت سوال کئے۔ اب شرم آتی ہے۔ اب میں راضی ہو جاتا ہوں اور اپنا اور ان کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب میں آگے گذرا۔ ایک منادی نے آواز دی میں نے اپنے مقرر کئے ہوئے حکم کو پورا کیا اور اپنے

[redacted]

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی تازہ تصنیف

طائفہ منصورہ

جس میں حضرت مولانا موصوف نے نصوص حوالجات کے ساتھ اس جماعت کے خدوخال اور حدود اربعہ بیان کئے ہیں جو بفحوائے حدیث قیامت تک حق پر ڈٹی رہے گی اور اس کو مخالفین کی کوشش ہراساں نہیں کر سکے گی اور یہ بیان فرمایا ہے کہ دیگر مقلدین حضرات عموماً اور احناف خصوصاً اس کا مصداق اولیں ہیں اور محدثین احناف و موالک شوافع اور حنابلہ رحمہم اللہ تعالےٰ کی چیدہ چیدہ شخصیتوں کے مختصر سے تراجم بھی بیان کئے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ اکابر باوجود مقلد ہونے کے اہلحدیث اصحاب الحدیث اور محدثین تھے۔ اور اس باطل نظریہ کی پر زور تردید فرمائی ہے کہ اہلحدیث کسی کے مقلد نہیں ہوتے اور شخصی رائے سے آزاد ہوتے ہیں اور متعدد دیگر گوشے بھی واضح کئے ہیں۔ قیمت ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ ناشر ادارہ نشرواشاعت نصرت العلوم گوجرانوالہ مغربی پاکستان۔ ملنے کا پتہ:۔

(۱) ناظم ادارہ نشرو اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ (۲) ناظم انجمن اسلامیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

طلباء علوم دینیہ کے واسطے

نادر موقعہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز فکر پر درس قرآن مجید کا بہترین انتظام ہے

حسب دستور سابق مدرسہ عربیہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خانپور میں یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ شیخ التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا الحاج محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم علوم قرآن مجید کے شائقین کو ربط الآیات کے ساتھ درس قرآن مجید کا افتتاح فرمائیں گے مکمل دو ماہ تک بلاغت محاسن و اسرار و رموز قرآن مجید کا انکشاف فرمائیں گے۔ فارغ ہونے والے طلباء کو بعد امتحان سند فراغت مدرسہ کی طرف سے عطا ہو گی۔ اعلیٰ نمبرات پر کامیاب ہونے والے طلبا کو انعام بھی ملے گا۔ قلم، دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام مدرسہ کے ذمہ ہوگا۔ اصحاب وسعت طلباء حسب موسم بستر ہمراہ لائیں

الراقم: مدرسہ عربیہ مخزن العلوم والفیوض رجسٹرڈ عیدگاہ خانپور، فون: ۱۱۸

دورۂ تفسیر

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں معمول کے مطابق اس سال بھی فارغ التحصیل علمائے کرام کا دورۂ تفسیر انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام یکم رمضان المبارک سے شروع ہوگا حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر ربط آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔ قلم دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مفکر اسلام، قائد انقلاب حضرت

[redacted]

وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے

(ناظم)

کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر آکر اپنا فیصلہ کرے ورنہ ہماری طرف سے

غضب اور اس قسم کے تمام اخلاق ذمیمہ قرآن اور حدیث میں نفس ہی کی طرف منسوب کئے گئے۔

کما قال تعالیٰ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم و اُحضرت الانفس الشح و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ہی الماویٰ

اور تمہارے لئے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے نفس خواہش کریں گے اور نفوس حاضر کئے گئے ہیں۔ حرص اور بخل پر۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو شہوتوں سے باز رکھا سو بہشت میں اس کا ٹھکانا ہے۔

ان آیتوں میں شہوت اور حرص اور ہوائے نفسانی کو نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے:۔

اور یہ نہیں فرمایا: ولکم فیہا ما تشتہی ارواحکم اُحضرت الارواح الشح ونہی الروح عن الھوٰی

سفاہت کو لیجئے: قال تعالیٰ و من یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہٗ۔

اس آیت میں سفاہت کو نفس کی طرف منسوب فرمایا اور الا من سفہت روحہ نہیں فرمایا، طیش اور غضب کو لیجئے۔ حدیث میں ہے کہ پہلوان اور قوی وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑ دے اور یہ نہیں فرمایا کہ روح کو پچھاڑ دے۔ نیز احادیث میں نفس سے جہاد کرنے کی بکثرت ترغیب مذکور ہے اور جہاد نفس کو جہاد اکبر فرمایا۔ مگر روح سے جہاد کرنا کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ ایک ضعیف الاسناد حدیث میں ہے اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے مابین واقع ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول تو نفس کا سب سے بڑا دشمن ہونا دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مقام دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔ اس سے بھی روح کا نفس سے مغایر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ روح انسان کا دشمن نہیں۔ دوسرے یہ کہ روح سر سے پیر تک تمام اعضاء میں جاری اور ساری ہے۔ پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس کا مقام دریافت کیا تو فرمایا۔ نفس قلب میں ہے۔ یہ حدیث طبرانی کے معجم اوسط میں متعدد اسانید سے مروی ہے۔ شرح الصدور ص۲۱۷

نیز حسد اور تکبر کو قرآن عزیز میں نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

حسدًا من عند انفسہم استکبروا فی انفسہم

بوجہ حسد کے جو ان کے نفسوں سے اٹھنے والا ہے تحقیق ان لوگوں نے اپنے نفسوں میں اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔

نیز حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد ان النفس لامارۃ بالسوء اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ تمام برائیوں کا معدن اور سرچشمہ نفس ہے۔ یہ کسی جگہ نہیں فرمایا۔ ان الروح لامارۃ بالسوء

وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ روح انسان کو خیر کی طرف بلاتی ہے اور نفس شر کی طرف بلاتا ہے قلب اگر مومن ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے۔ اخرجہ ابن عبد البر فی التمہید شرح صدور ص۲۱۶

طبقات ابن سعد میں وہب بن منبہ سے یہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اول حضرت آدم کا پانی اور مٹی سے پتلا بنایا پھر اس میں نفس پیدا کیا، بعد ازاں اس میں روح پھونکی شرح الصدور ص۲۱۶

نیز روح عالم امر سے ہے اور نفس عالم خلق سے ہے:۔

وفی زاد المسیر لابن الجوزی فی تفسیر سورۃ الزمر عن ابن عباس ابن آدم نفس و روح فالنفس والتمییز و الروح النفس والتحریک فاذا نام العبد قبض اللہ نفسہ ولم یقبض روحہ و قال ابن جریج فی الانسان روح ونفس بینہما حاجز فہو تعالیٰ یقبض النفس عند النوم ثم یردھا الی الجسد عند الانتباہ فاذا اراد اماتۃ العبد فی النوم لم یرد النفس وقبض الروح واللہ اعلم۔ (سر الروح ص۱۱)

علامہ ابن جوزی کی کتاب زاد المسیر میں سورۃ زمر کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان مجموعہ ہے روح اور نفس کا نفس سے ادراک اور امتیاز کرتا ہے اور روح سے سانس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں مگر روح کو قبض نہیں فرماتے ابن جریج فرماتے ہیں کہ انسان میں ایک روح ہے اور ایک نفس اور اُن کے مابین ایک پردہ حائل ہے سوتے وقت اللہ نفس کو قبض کر لیتے ہیں اور بیداری کے وقت واپس کر دیتے ہیں اور جب اللہ سونے کی حالت میں مارنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس نفس کو واپس نہیں فرماتے اور روح کو قبض کر لیتے ہیں۔

برادرانِ اسلام

اس مضمون میں بیعت کی حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور نفس و روح کا فرق بھی بتلا دیا گیا ہے۔ اس سے تصوف کے سمجھنے میں آپ کو بڑی مدد ملے گی تصوف کا ماحصل یہی ہے کہ اپنے نفس کو روح کے تابع کر دیں۔ اور اس کی خواہشات کو شریعت کے ماتحت لے آویں۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نفس کے حقوق ادا کرو۔ لیکن اس کو لذات و شہوات سے باز رکھو اور نفس انسان کا اول درجہ میں امارہ ہوتا ہے۔ پھر اس کو ریاضت کے بعد لوامہ بنایا جاتا ہے آخر الامر بہت زیادہ محنت اور مجاہدات کے بعد مطمئنہ بن جاتا ہے۔

نفس امارہ وہ ہے جو ہمیشہ برائی کا امر کرے۔

نفس لوامہ وہ ہے جو گناہ ہو جانے کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرے اور نادم و پشیمان ہو۔

نفس مطمئنہ وہ ہے جو نیکی کی طرف مائل ہو جائے اور گناہوں سے باز آ جائے۔ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔

دعا

اللھم انی اسئلک نفسًا بک مطمئنۃً تومن بلقائک وترضیٰ بقضائک

اے اللہ مجھے ایسا نفس عطا کر جو تیری ذات پر اطمینان رکھتا ہو اور تیری ہر قضا پر راضی رہے۔ آمین۔

بچوں کا صفحہ

اخلاق کی عظمت

شفقت سلطانہ - لاہور

کردار کی بلندی ذہن کی عظمت اور عملی ترقی کا ثبوت ہے۔ جن لوگوں کا کردار بلند ہوتا ہے وہی لوگ زندگی کی عظمت کے راز سے آشنا ہوتے ہیں اور ایسے ہی افراد زندگی کی سطح پر انسانی فلاح و بہبود کے وہ خوشگوار پھول کھلاتے ہیں جن کی مہک تاقیامت رہتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ جب ہماری خادمہ کا انتقال ہونے لگا تو حالتِ بے ہوشی میں میں نے اُسے مسکراتے دیکھا۔ میں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ اسے ہوش عطا فرما تاکہ ماجرا پوچھ سکوں۔ اللہ تعالےٰ اسے ہوش عطا فرماتے ہیں۔ تو میرے دریافت کرنے پر خادمہ کہتی ہے۔ "میں بازار میں

[illegible]

(ترجمہ) پس میرے نیک بندوں میں ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

انسان حقیقی معنوں میں اس وقت انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جب اپنے اندر اسلامی روایات کے مطابق عملی کردار پیدا کرے چونکہ اسلام مسلمانوں کو عملی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ کوئی قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور اور قوی کیوں نہ ہو دنیا کی دیگر اقوام سے برتری حاصل کرنے سے قاصر ہے جبتک وہ کوئی عملی قدم نہ اٹھائے۔ اس لئے ہمیں اپنے اسلاف کی طرح عملی زندگی گذارنے کی سعی کرنی چاہئے۔ بزرگانِ دین کی عملی زندگی کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ایک عورت رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور پکار کر کہتی ہے۔ "حضورؐ مجھے پاک کر دیجئے مجھ سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہے۔" آپؐ کوئی جواب نہیں دیتے۔ عورت پھر یہی کہتی ہے۔ آپؐ اسے وضعِ حمل تک مہلت دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہی عورت بچے سمیت حاضر ہوتی ہے۔ آپؐ اسے فرماتے ہیں جب بچہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہ حاضر ہو کر کہتی ہے کہ اب بچہ روٹی کھا لیتا ہے آپؐ اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد آپؐ خود جنازہ پڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی توبہ کو وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ مدینہ کے ستر آدمیوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔

[illegible]

رسولِ کریمؐ نے نجرانی عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اس وقت اجازت دی جس وقت مسائلِ توحید پر بحث ہو رہی تھی اور مباحثہ سے بڑھ کر مباہلہ تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ لیکن موجودہ بعض علمائے دین کا عمل یہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی مسجدوں میں نماز ادا کرنی تو درکنار پاؤں بھی نہیں رکھنے دیتے۔ پھر یہاں تک ہی بس نہیں تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب رسولِ کریمؐ کی تعلیم کی اشاعت کرنے والے ہی اس طرح کی نازیبا حرکات سے باز نہیں آتے تو عوام الناس کو خاک راہِ مستقیم بتلائیں گے۔ کیا آج کل کے مشاہدات اس کا ثبوت نہیں ہیں؟

مذہب اور اخلاق دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ کردار مذہبی مضبوطی کا پہلا ستون ہے اور مذہب کی اشاعت میں اسے درجۂ اہم حاصل ہے۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے اخلاقِ رسولؐ کے متعلق دریافت کیا تو آپؓ فرماتی ہیں۔ "کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟" اس نے عرض کی۔ "میں قرآن مجید کی تلاوت تو کیا کرتا ہوں"۔ آپؓ نے فرمایا۔ قرآن نے جیسا آپ کا اخلاق بیان کیا ہے ویسا ہی ہے۔ کان خلقه قرآن (حدیث) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (قرآن)

کوئی منصوبہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو وہ اس وقت تک قطعاً نامکمل رہتا ہے جب تک اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اسے عملی صورت دینے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قومی مفاد کو مقدم سمجھیں اور وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار ہوں۔ ایسے جذبات پیدا کرنے کے لئے بلند اخلاق کی ضرورت ہے اخلاق کوئی ایسی چیز نہیں جو خود بخود پیدا ہو جائے اس کے لئے شعور اور احساس کی ضرورت ہے۔ جب انسان میں

[illegible]

ہے۔

اسی طرح ایک اور عورت کی وفات کے بعد دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کیسی تھی تو صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں۔ وہ نماز، روزہ اور خیرات وغیرہ تو بہت کثرت سے ادا نہیں کرتی تھی البتہ اس کے اچھے اخلاق سے اس سے تمام لوگ خوش تھے تو فرمایا اس پر جنت لازم ہو گئی۔ اسی طرح ایک عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تو وہ جنتی ہو گئی۔

رسولِ پاکؐ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جھوٹ بولتا ہے (۲) امانت میں خیانت کرتا ہے (۳) بدعہدی کرتا ہے۔

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء